سوال

(67) ''بئر بضاعۃ کے پانی کی طہارت

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

درالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ 8 ذی قعدۃ 1365ھ

مخزن الأحادیث والقرآن ، مظہر الدلائل والبرہان حضرت المکرم / زاد مجدکم

السلام علیکم..............................مزاج اقدس !

بندہ عاجز امسال ندوۃ العلماء میں مصروف تعلیم ہے۔ عاجز کےلیے ہر حیثیت سے آپ جیسی ذی علم وبزرگ ہستیوں کے علمی فیض باعث عروج اور خدمت صد شرف تھی، اور جناب والد صاحب بھی آپ کے گہوارہ فیوض وبرکات سے الگ رہنے کی رائے نہ دیتے، لیکن احقر کی ناتجربہ کاری پر محمول فرمایئے کہ اسے ادبی ذوق اور کچھ انگلش کے شوق نے ''ندوۃ العلما،، پہنچا دیا۔

یہاں درس حدیث ایک محدث شاہ حلیم عطا صاحب دیتے ہیں، جوندوۃ اور متعلقات ندوہ میں حفظ حدیث و تحقیق حدیث میں یگانہ زمان گنے جارہے ہیں۔ محدث موصوف ایک دن درس دے رہے تھے کہ اثنائے درس میں ''باب ان الماء لاینجسہ شئی،، (الترمذی کتاب الطہارۃ باب ماجاء ان الماء لاینجسہ شئی (66) 1 95 ، ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب ماجاء فی بئر بضاعۃ (66) 1 53) آگیا جس میں بئر بضاعہ کی حدیث آئی تو آپ نے حسب ذیل کلمات ارشاد کیے :

''بئر بضاعۃ کے پانی کی طہارت کے بارے میں حنفیہ متفق الرائے ہیں، کیوں کہ امام طحاوی نے واقدس کی روایت نقل کی ہے جس میں ''طریقا الی البساتین،، (شرح معانی الآثار 1 12) آیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ماء بضاعۃ ماء جاری کے حکم میں تھا۔ لیکن چوں کہ واقدی کو جمہور محدثین ''وضاع کذاب،، کہا ہے، اس لیے یہ حدیث ''فتح الباری،، سے نقل کی ہے جس کے راوی سہل بن سعد ساعدی ہیں اور جس میں ''طریقا الی البساتین،، آیا ہے جبھی سے مجھے یہ یقین کامل ہوگیا کہ واقعی بئر بضاعہ کا پانی جاری تھا۔،،

اتنا فرمانے کے بعد محدث موصوف نے فرمایا کہ : شاہ صاحب کی تحقیق مذکور کا جواب میں نے اب تک اہل حدیثوں کے طرف سے نہیں دیکھا ہے، پھر میری طرف سے مخاطب ہوئے کہا : اگر تمہیں معلوم ہو تو بتاؤ ورنہ کسی صاحب سے اس کے متعلق معلوم کرو!!۔

مولانا المکرم !ندوۃ میں فرقہ وارانہ تعصب بالکل نہیں ہے، تحقیق مسائل بآزادی ہوتی ہے۔ لہذا بأدب گزارش ہے کہ اس کا جواب باصواب عنایت فرماکر مشکور فرمائیں۔ مولوی صاحب نے دوتین بار تاکیداً فرمایا کہ : اس کا جواب ضرور معلوم کرو، اس لیے مجبوراً آپ کو تکلیف دی ہے۔ حدیث کا حوالہ درج ذیل ہے :

فتح الباری، کتاب الاستیذان، باب تسلیم الرجال علی النساء، راوی سہل بن سعد الساعدی، صفحہ غالبا 923 ہے۔

ذاکر ابن مولانا عبدالغفور صاحب بسکوہری ذاکر اللہ خان ذاکر، درجہ ہفتم، شبلی ہوسٹل، ندوۃ العلماء بادشاہ باغ

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

آپ نے لکھا ہے کہ ''مولانا ممدوح نے مجلس درس میں فرمایا کہ: میں نے ''فیض الباری،، مصنفہ مولانا انورشاہ صاحب میں دیکھا کہ آپ نے ایک حدیث فتح الباری سے نقل کی ہے جس کے راوی سہل بن ساعدی ہیں اور جس میں ''طریقا الی البساتین،، آیا ہے، جبھی سے مجھے یہ یقین کامل ہوگیا ہے کہ واقعی بئر بضاعہ کا پانی جاری تھا، پھر آپ نے لکھا ہے:؛'' مولانا ممدوح نے اس کے بعد فرمایا کہ شاہ صاحب کی مذکورہ تحقیق کا جواب، میں نے اب تک اہل حدیثوں کی طرف سے نہیں دیکھا، پھر میری طرف مخاطب ہوکر فرمایا ہے کہ: اگر تمہیں معلوم ہو تو بتاؤ، ورنہ کسی صاحب سے اس کا جواب ضرور معلوم کرو۔،،

اول: حافظ نے ''فتح،، میں برویت سہل بن سعد، بئر بضاعۃ سے متعلق ایسی رویت نقل کی ہے جس میں ''طریقا الی البساتین،، کا لفظ آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بئر بضاعہ کا پانی ماء جاری کے حکم میں تھا۔

دوم: بنابریں حدیث بئر بضاعہ مسلک اہل حدیث کے خلاف ہے۔ اور علماء اہل حدیث کی طرف سے اس حدیث کی کوئی توجیہ اب تک ممدوح کی نظر سے نہیں گزری اور اب آپ کے توسط سے اس کا جواب طلب کررہے ہیں۔

بہتر ہوگا کہ اگر میں فیض الباری کی عبارت نقل کردوں، کیوں کہ اسی پر مولانا موصوف کی تحقیق بھی مبنی ہے۔ صاحب ''فیض الباری،، فرماتے ہیں:

قولہ: ''علی أربعاء فی مزرعة،، وکانت تلک المزرعة، تسقی من بئر بضاعة، کما عند البخاری 2/923، فی کتاب تسلیم الرجال علی النساء والنساء علی الرجال،، عن سہل قال: کنا نفرح بیوم الجمعة، قلت: ولم؟ قال: کانت عجوز لنا ترسل إلی بضاعة الخ، ولیس التصریح بہ، إلا فی ہذا الموضع، نبہ علیہ یاقوت الحموی فی ''معجم البلدان،، ولم ینبہ علیہ غیرہ، وہذا ہو مراد الطحاوی، بکونہ جاریا فی البساتین، أی کانت المزارع تسقی منہا، فلم یکن الماء یستقر فیہا، کان الماء ینبع فیہا من التحت، ویخرج من الفوق، وہو ایضا نوع من الجریان، والناس لما یدرکوا مرادہ طعنوا علیہ،، (فیض الباری 348/2)-

صاحب فیض الباری نے تقریر ترمذی میں کچھ یونہی فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

''وادعی الطحاوی أن الانجاس کانت تخرج، وقال: إن بئر بضاعة، کانت جاریة، وأن الآبار جاریة، ولم یدرک مراد جریانہ بعضہم، فإن مرادہ بالجریان إخراج الماء لاأن یخرج الماء بنفسہ ...... (إلی أن قال) وأنا حتج علی الجریان الذکور بمافی البخاری ص: 923وص: 148 أن بئر بضاعة یسقی منہا البساتین،، العرف الشذی ص: 40).

واضح ہو کہ بئر بضاعہ سے متعلق ''کانت طریقا للماء الی البساتین،، کے الفاظ ''فتح الباری یا ''صحیح البخاری،، بلکہ حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ہیں، الا ما رواہ الطحاوی فی مشکلہ بسندہ عن الواقدی، بلکہ میں نے آپ کو یقین دلاتا ہوکہ لغت اور تاریخ کی کتابوں میں بھی یہ جملہ یا اس کے ہم معنی الفاظ نہیں ملیں گے۔

پس الفاظ مذکور کے متعلق یہ دعوی کرنا کہ وہ ''فتح الباری،، یا ''بخاری،، میں موجود ہیں غلط ہے، اسی طرح صاحب ''فیض الباری،، کا ''صحیح بخاری،، کے حوالے سے اس امر کی تصریح کرنا'' وکانت تلک المزرعة تسقی من بئر بضاعة کما عند البخاری ص 72 923 فی باب تسلیم الرجال علی النساء الخ (فیض الباری) یا یہ کہنا کہ ''انا احتج علی الجریان الذکور بما فی البخاری ص 923وص 128: ''ان بئر بضاعة یسقی منہا لما فی البساتین،، (العرف الشذی ص: 40)

خلاف واقعہ ہے صحیح بخاری کی کسی روایت میں بھی یہ مضمون بصراحت موجود نہیں ہے، اورنہ ہی حافظ نے فتح الباری ،، میں اس مضمون کی کوئی روایت پش کی ہے۔ ''صحیح بخاری ،، ''کتاب الجمعہ ،، میں حدیث سہل بن سعد کے الفاظ یہ ہیں '' «كَانَتْ فِينَا امْرَأَةٌ تَجْعَلُ عَلَى أَرْبِعَاءَ فِي مَزْرَعَةٍ لَهَا سِلْقًا، فَكَانَتْ إِذَا كَانَ يَوْمُ جُمُعَةٍ تَنْزِعُ أُصُولَ السِّلْقِ، فَتَجْعَلُهُ فِي قِدْرٍ ،، الحديث (فتح الباري (938)2/427)اور ''کتاب الاستیذان ،، باب تسلیم الرجال علی النساء) کے الفاظ یہ ہیں : ''کانت عجوزلنا نرسل إلی بضاعة، قال ابن سلمة (القعنبی شیخ البخاری) : نخل بالمدینة، فتأخذ من أصول السلق .... الحديث اور حافظ کہتے ہیں کہ : ''وَالْمُرَادُ بِالنَّخْلِ الْبُسْتَانُ وَلِذَلِكَ كَانَ يُؤْتَى مِنْهَا بِالسِّلْقِ وَقَدْ تَقَدَّمَ فِي كِتَابِ الْجُمُعَةِ أَنَّهَا كَانَتْ مَزْرَعَةً لِلْمَرْأَةِ الْمَذْكُورَةِ وَفَسَّرَهَا غَيْرُهُ بِأَنَّهَا دُورُ بَنِي سَاعِدَةَ وَبِهَا بِئْرٌ مَشْهُورَةٌ وَبِهَا مَالٌ مِنْ أَمْوَالِ الْمَدِينَةِ كَذَا قَالَ عِيَاضٌ وَمُرَادُهُ بِالْمَالِ الْبُسْتَانُ وَقَالَ الْإِسْمَاعِيلِيُّ فِي هَذَا الْحَدِيثِ بَيَانٌ أَنَّ بِئْرَ بُضَاعَةَ بِئْرُ بُسْتَانٍ ،، (فتح(6248)11/33)-

ان دونوں روایتوں میں مع عبارت ''فتح ،، کے ، صرف اتنا منصوص ہے کہ بضاعۃ کے نام کا مدینہ میں کھجور کا ایک باغ تھا، جس میں ترکاری کاشت کرنے کے قابل زمین تھی اور عجوز مذکورہ اس کی نہروں کے کنارے چقندر کی کاش کرتی تھی اور اس کا اقرار ہر شافعی ، حنبلی ، مالکی اور اہل حدیث عالم کو ہے کہ ''بئرَ بضاعۃ ،، باغ کا کنواں تھا، ان کے نزدیک تو بئرَ بضاعہ کا بئرَ بستان ہونا مسلمات سے ہے (درایۃ) ۔

عہد نبوی میں مدینہ کوئی اس طرح کا شہر نہیں تھا جیسا کہ وہ آج کل ہے یا جس طرح کے گنجان محلوں کے مجموعوں کے ہم عادی ہیں ، اوس زمانہ میں وہاں عرب ویہود کے قبائل آباد تھے اور ہر قبیلہ یا محلّہ یا گاؤں کو '' دار، کہتے تھے دوسرے سے الگ ، اور فرلانگ دو فرلانگ یا اس سے بھی زیادہ فاصلے پر واقع تھا، اس طرح کے گاؤں کا سلسلہ جبل عیر سے جبل ثور تک برابر پھیلا ہوا تھا ، اور انہیں دو پہاڑوں سے محدود ہونے والے میدان میں جو دس میل لمبا اور اتنا ہی چوڑا ہے اور جو بالکل ہموار بھی نہیں ہے ، مدینہ کی آبادی آج کل کی شہری آبادی کی طرح نہ ہونے ، بلکہ الگ الگ گاؤں کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے امام ابن حزم نے گاؤں میں جمعہ کے وجوب پر استدلال کیا ہے ۔ ان گاؤں کی حالت یہ تھی کہ ان میں ایک زیادہ پانی کے کنوئیں ہوتے ، رہائشی مکان پتھر کے بنے ہوئے ہوتے ، ہر گاؤں مین برج کو وضع کی مستحکم عمارتیں ہوتیں جن کو آطام کہا جاتا اور یہ دومنزلہ ہوتے ، ان آطام کے اندر اکثر پانی کنویں ہوتے ، ان متنشر اور دور دور بسے ہوئے محلوں کے علاوہ مختلف افراد وقبائل کے باغ تھے ، عموماً ان کے احاطوں کی دیواریں پتھروں کی بنائی جاتی تھیں ، یہ باغ آبادی کے ہر چہار طرف پھیلے ہوئے تھے ، مدینہ کی موجودہ فصیل پر شمال میں باب الشامی کے پاس بنوساعدہ رہتے تھے جن کا سقیفہ اب تک موجود ہے ، غرض کہ شہر مدینہ سے محلوں یا گاؤں پر مشتمل تھا اور ان گاؤں کے درمیان کافی مسافت ہوتی اور یہ درمیانی زمین باغات اور نخلستانوں کی صورت میں ہوتی ، جن کی دیواریں حجری ہوتیں ، ان باغات میں پختہ اور وسیع کنویں اب بھی موجود ہیں ۔

پس ''بضاعہ ،، بنوساعدہ کے محلہ کا نام ہے (معجم البلدان 1 442، وبذل المجهود 1 43، وفتح الباری 11 34) یا ان کے باغ کا، بہر حال وہاں کنواں تھا جس کا تعلق بنوساعدہ کے نخلستان سے تھا، لیکن بئرَ بضاعہ کے متعلق فقط ''بئرَ بستان ،، ہونے کی تصریح اور چیز ہے اور ان کنویں سے باغ اور کھیت سیراب کیے جانے کی تصریح اور چیز ہے ، صحیح بخاری (کتاب الاستئذان ، باب تسلیم الرجال علی النساء : 7 131)، سنن ابوداوٗد (کتاب الطھارۃ ، باب ماجاء فی بئرَ بضاعۃ (66)1 53)اور فتح (11 34) میں اول کی تصریح ہے اور دوسرے سے سکوت ہے ، پھر یہ دعوی کہ ''بخاری ،، یا ''فتح ،، میں بئرَ بضاعہ سے باغ اور کھیت کا سیراب کیا جانا مذکور ہے ۔ بلاشبہ غلط ہے ۔ یہ بات ہے کہ باغ کا کنواں باغ کو سیراب کرنے کے لیے ہوتا ہے لیکن یہ محض استنباط ہے نص نہیں ، اور کلام کے منصوص ہونے میں اس امر مستنبط (کون ماء البئرَ فی حکم الماء الجاری لیسقی البستان والمزرعۃ منھا) سے حنفیہ کا مدعی ثابت ہونے میں ہے ۔ کما سیاتی فلا تعجل .

صاحب ''فیض الباری ،، کا یہ دعوی کہ بخاری میں بئرَ بضاعہ کے متعلق اس امر کی تصریح آجانے پر کہ اس سے کھیتی سیراب کی جاتی تھی یاقوت حموی نے آگاہ کی ہے ، اور ان کے علاوہ کسی اور نے متنبہ نہیں کیا ہے ، بھی غلط ہے ۔ (معجم البلدان 1 442) میں صرف اس قدر مذکور ہے : بضَاعَةُ : بالضم وقد کسرہ بعضھم ، والأول أکثر :

وہی دار بنی ساعدۃ بالمدینۃ وبئرَھا معروفۃ ، فیھا أفتی النبی ، صلی اللہ علیہ وسلم ، بأن الماء طھور مالم یتغیر ، وبھا مال لأھل المدینۃ من أموالھم ، وفی کتاب البخاري تفسیر القعنبی : لبضاعۃ نخل بالمدینۃ ،، انتھی

ظاہر ہے کہ اس عبارت میں صرف اس قدر مذکور ہے کہ بضاعہ بنوساعدہ کے گاؤں کا نام ہے جہاں ان کا مشہورہ کنواں ہے اور اس گاؤں میں ان کا باغ بھی ہے ، پھر صحیح بخاری

کے حوالے سے ثعلبی کی تفسیر نخل بالمدینۃ نقل کی ہے، اس عبارت میں کہیں یہ مصرح نہیں ہے کہ اس کنویں سے بنوساعدہ کا نخلستان سیراب کیا جاتا تھا، پس حموی کی طرف اس کی نسبت کرنا خطا برخطا ہے، پھر بئر بضاعہ کے بئر نخل یا بئر حائط(باغ) ہونے کی تصریح یاقوت حموی (المتوفی626ھ) سے پہلے امام ابوداوٗد (275ھ)اورامام طحاوی (3219)اورحافظ اسماعیلی (م:371ھ) اورقاضی عیاض (م:544ھ) کرچکے ہیں، پس یہ کہنا ''نبہ علیہ یاقوت الحموی فی معجم البلدان ھ، ولم ینبہ علیہ غیرہ،، کیوں کہ کر صحیح ہوسکتا ہے ؟

یہاں تک سمع خراشی فقط اس لیے کی گئی ہے کہ تاکہ صاحب ''فیض الباری امالی علی صحیح البخاری،، کے مشہود قوت حافظہ کا کرشمہ ظاہر ہوجائے، اور یہ معلوم ہوسکے کہ مرحوم اپنے حافظہ پر اعتماد کرکے کس طرح استنباط واستدلال کیا کرتے تھے، اوراستباط کوکس طرح نص ظاہر کردیا کرتے ہین ''العرف الشذی،، میں اس قسم کی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں۔

اب رہادوم یعنی : یہ دعویٰ کہ بئر بضاعہ کے بئر بستان ثابت ہوجانے سے حدیث مذکور مسلک اہل حدیث وشوافع وحنابلہ کے خلاف ہوجاتی ہے۔ اورحنفیہ کے موافق ''ولاتکون بئر البستان الاسقی الاشجار، فیکون ماءہا فی حکم الماء الجاری،، تو واضح ہوکہ یہ بحث بہت طویل الذکر ہے، مختصراًکچھ عرض کیا جاتا ہے :

بعض علماء اہل حدیث کے نزدیک محقق ومختار مالکیہ کا مذہب ہے، یعنی : وہ قلیل اورکثیر کے درمیان فرق نہیں کرتے اور نجاست وطہارت ماء میں فقط تغیر وعدم تغیر وصف بحسب الحس کا لحاظ کرتے ہیں، اوراکثر علماء اہل حدیث کی تحقیق اس مسئلہ میں شوافع وحنابلہ کے موافق ہے، حدیث قلتین ان کے نزدیک بھی قابل اعتماد اور غیر مجمل ہے، اورماء قلیل وکثیر کے درمیان فرق کرنے کی دلیل صریح امام ابوحنیفہ کے نزدیک اصل مذہب اوراصح قول کے مطابق طہارت ونجاست میں مبتلی بہ کے ظن غالب اوراکبر رائے کا اعتبار ہے فان ظنہ نجساًکان نجساً، وان طاہرافطاہراً۔

ففی الدر المختار (1/177) : ''والمعتبر فی مقدار الراکد أکبر رأی المتبلی بہ فیہ، فان غلب علی ظنہ عدم وصول أی وصول النجاسۃ الی الجانب الآخر جاز والا، ہذا ظاہر الروایۃ عن الإمام، والیہ رجع محمد، وہو الأصح کما فی الغایۃ وغیرہما، وحقق فی البحر أنہ المذہب وبہ یعمل،، انتہی، واکثرابن نجیم فی النقول عن العلماء الحنفیۃ فی أن العبرۃ عندہم لرأی المبتلی بہ

غرض یہ حنفیہ تحدید کے قائل نہیں ہیں اورنہ وہ تغیر وعدم تغیر لسبب الحس کا لحاظ کرتے ہیں، قال فی ''البحر الرائق،، بعدذکردلائل مذہبہ : ''الحاصل أنہ حیث غلب علی الظن وجود نجاسۃ فی الماء، لایجوز استعمالہ لہذا الدلائل، لافرق بین ان یکون قلتین أواکثر أواقل، تغیر أولا، وہذا ہومذہب أبی حنیفۃ، والتقدیر بشئ دون شئ لایدلہ من نص ولم یوجد،، انتہی

اورحنفیہ اگر تغیر وعدم تغیر کا لحاظ کرتے بھی ہیں تو مبتلی بہ کے ظن اورعلم کے اعتبار سے کما صرح بہ صاحب الفیض وغیرہ فلیتبہ علی ذلک

حدیث بئر بضاعۃ بظاہر مالکیہ کی دلیل ہے کما أقربہ صاحب ''الکوکب الدری،، 1/39وصاحب ''بذل المجہود،، 1/43وغیرہما إذلم یفرق فیہ بین القلیل والکثیر، ولیس فیہ مایدل علی التحدید بشئ ولاعلی إدارۃ الأمر علی أکبر رأی المبتلی بہ، بل حکم لطہارۃ الماء الراکد مطلقاً، إلا اذا تغیر أحد أوصافہ اسی لیے قائلین تحدید شوافع وغیرہم کوحدیث مذکور کواپنے اپنے مذہب کی رعایت وحمایت میں توجیہ کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

چنانچہ شوافع وحنابلہ نے حدیث قلتین کی روشنی میں اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ قائل نے بئر بضاعہ کے اس پانی کے متعلق سوال کیا تھا جو انجاس مذکورہ فی الحدیث کوکنویں میں گرنے کے وقت موجود تھا، اورجس سے مذکورہ نجاست کی چیزیں گرتے ہی نکال دی جاتی تھیں، اس کے جواب میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا : ''الماء لاینجسہ شئی،، الماء کا الف لام عہد خارجی ہوکما ھوالظاہر تومطلب یہ ہوگا کہ ماء مسؤلہ عنہ سے جب انجاس مذکورہ فوراً نکال دی گئیں، اورپانی میں کوئی تغیر نہیں پیدا ہواتوپانی حسب سابق پاک رہا، کیوں کہ بئر بضاعہ کا پانی کثیر یعنی دوقلہ سے بہت زیادہ تھا، اورانجاس کے گرنے سے جب کہ وہ فوراًنکال دی جاتی تھیں، اس کے اوصاف میں تغیر نہیں پیدا ہوتا تھا۔

اوراگرالف لام جنس کا ہوتو حدیث قلتین اس کی مخصص ہوگی اورمعنی یہ ہوگا کہ : جب کسی مقام میں پانی دوقلہ یا اس سے زیادہ ہو توجب تک وقوع نجاست سے اس کے اوصاف ثلاثہ میں سے کسی ایک وصف میں تغیر نہ ہوجائے، وہ پانی پاک ہے، اوربئر بضاعہ کی پہلی کیفیت تھی کہ اس کا پانی بہت کافی تھا، اوران نجاستوں کے وقوع اور فوراًاخراج کی وجہ سے اس کے اوصاف میں تغیر نہیں ہوتا تھا۔ لہذا طاہر اورمطہر یا کنویں سے اس پانی کے نکالنے کی ضرورت نہ تھی۔

امام طحاوی نے حدیث مذکور کا جواب دینے کےلیے واقدی کی روایت پر اعتماد کیا، جس میں اس نے اس کے متعلق یہ دعوی کیا ہے ''کانت طریقا للماء الی البساتین،، یہ الفاظ بہ ظاہر اس امر پہ دلالت کرتے ہیں ۔ واقدی کے نزدیک بئر مذکور سیح یا غدیر یا نہر تھا اور یہ چیز نفس الامر کے خلاف ہے، اس لیے شافعیہ نے عموماً اس کے نہر اور عین جاری ہونے کی نفی اور انکار پر اور عام کنوؤں کی طرح کنواں ثابت کرنے پر زور دیا ہے ۔

کما صرح بہ الحافظ فی الدرایۃ (1/52) والفتح (11/34)، وابوالحسن الماوردی فی کتاب الحاوی من تصنیفۃ (معجم البلدان 1/443) و ''البیھقی،، فی المعرفۃ والخطابی وغیرہم اور شوافع واقدی کے الفاظ سے اس مطلب کے سمجھنے میں بلاشبہ معذور ہیں ۔ بالخصوص اس وجہ سے کہ طحاوی نے یہ کہہ دیا ''کانت طریقا إلی البساتین فکان الماء لا یستقر فیھا، فکان حکم مائھا لحکم ماء الأنھار، اگر واقدی کا مقصود الفاظ مذکورہ سے وہ ہے جو ''طحاوی،، اور صاحب ''ہدایہ،، وصاحب ''فیض الباری،، وصاحب ''بذل المجھود،، وصاحب ''الکوکب الدری،، بیان کرتے ہیں ۔ تو اس کےلیے صاحب ہدایہ کے یہ الفاظ مناسب تھے ''إن ماء بئر بضاعۃ کا جاریا بین البساتین،، (1/18) بہر کیف تفصیر فی التعبیر جو شوافع وغیرہم کی غلط فہمی کا سبب بنی دروغ گو واقدی سے ہوئی ہے یا اس کے شاگرد محمد بن شجاع ثلجی کذاب سے ۔ واللہ اعلم ۔

طحاوی اور دیگر علماء حنفیہ نے جب یہ دیکھا کہ بئر بضاعہ بئر بستان تھا، اور باغ کا کنواں، باغ اور اس کے قابل کاشت زمینوں کو سیراب کرنے کےلیے ہوتا ہے، تو یہ یقین کر لیا کہ بئر بضاعہ سے شب و روز ہمیشہ بغیر کسی وقفہ کے پانی نکالے جانے کا سلسلہ قائم رہتا تھا ۔

کنویں کی گہرائی میں چشموں سے نیا پانی آتا رہتا تھا اور اوپر سے ''سوانی،، اور ''نواضح،، کے ذریعہ دن رات نکالا دجاتا تھا ۔ اس لیے وہ حکم میں عین و نہر جاری کے تھا یا اس کی گہرائی ہی میں دو راستے تھے ایک مخرج ماء اور دوسرا مدخل ماء ایک طرف سے پانی نکلتا اور دوسری طرف گھس جاتا ۔ ''کما ہو مشاہد فی بئر اویس فیجری الماء فیھا،، (بذل المجھود 44/1).

اس صورت میں اگر اس کو صحیح مان لیا جائے بضاعہ بلاشبہ سیح ہوجاتا ہے وعلی ہذا فیہ اعتراف من صاحب ''البذل،، وشیخہ صاحب ''الکوکب الدری،، بکون بئر بضاعۃ کالسیح أو النھر، فلا عتب علی من رد علیھم ذلک من الشافعیہ، وأبطل کونھا عینا أو نھراً

حنفیہ کہتے ہیں کہ انجاس مذکورہ کے گرتے ہی بئر بضاعہ کا پانی بسبب تغیر اوصاف کے نجس ہوجاتا تھا ۔ امام طحاوی لکھتے ہیں : '' ونحن نعلم أن بئراً لو سقط فیھا ما ہو أقل من ذلک، لکان محالا أن لا یتغیر ریح مائھا وطعمہ، ہذا مما یقبل ویعلم،، شرح معانی الآثار (1/12) علامہ ابن الترکمانی الماردینی لکھتے ہیں : '' وقدمنا فی أوائل ہذا الکتاب، أن الماء الراکد، إذا وقعت فیہ تلک الأشیاء، أعنی النتن والحیض والکلاب، فالأظہر أن الأصاف الثلاثۃ تتغیر، ویؤیدہذا ما أسندہ البیھقی فیما بعد عن أبی داؤد السجستانی من قولہ : ورأیت فیھا ماء متغیر اللون،، انتھی (بیہقی مع الجواہر النقی 1/265) اور چوں کہ بئر بضاعہ سے ہمیشہ اور ہر وقت آپ پاشی کےلیے پانی نکالا جاتا رہتا تھا، اس لیے انجاس مذکورہ اور ان کے گرنے کی وجہ سے نجس ہونے والا پانی فوراً نکال دیا جاتا تھا ۔ لہذا حدیث مذکور میں سوال اس نئے اور تازہ پانی کی بابت تھا، جو نجس پانی کے اخراج کے بعد نیچے سے نو بنو نکلتا تھ، اور منشا سوال یہ تھا کنویں کو دیواریں نجس پانی سے تر ہو کر نجس ہوجاتی ہیں، اور کنویں میں نجس پانی کا نجس علاوہ نئے پانی سے مل کر اس کو بھی نجس کر دیتا ہے، اس لیے ایسی حالت میں ایسے کنویں کا پانی کبھی پاک ہی نہیں ہونا چاہیے، چاہے کتنا ہی اس کو صاف کیا جائے، یہ تھا مبتلی بہ صحابہ کا ظن، اب ان کے جواب میں ارشاد ہوا ''الماء لا ینجسہ شئی،، اور چوں کہ لام میں اصل عہد خارجی ہے اس لیے جس نئے تازہ پانی کی بابت شبہ اور سوال تھا جواب میں اسی کا حکم بیان کیا گیا ہے یعنی جب انجاس مذکورہ اور وہ پانی نکال دیا گیا جس میں یہ نجاستیں گری تھیں تو میرے ظن غالب میں داخل بئر سے نکلنے والا نیا پانی پاک ہے اس کے نجس ہوجانے کا شبہ نہیں کرنا چاہیے، '' الجریانہ فی البساتین إما بتدارک الإستقاء منھا، أو لما فی داخلھا من کوۃ یخرج منھا الماء، کما ہو مشاہد فی بعض الأبار،، (الکوکت الدری 1/41).

اب اس پر تکلیف توجیہ پر تنقیدی نظر ڈالیے جس میں کئی دعوے کیئے گئے ہیں ۔ سب سے پہلے ان کے اس مذہب پر غور کیجیے، ہمارے نزدیک یہ مذہب نقلاً اور عقلاً دونوں طرح مخدوش ہے، نہ یہ کتاب و سنت سے ثابت ہے ۔ نہ قیاس و عقل سے، امام محمد نے ''موطا،، میں، اور ابن انجیم نے ''البحر الرائق،، میں، اور ابن الھمام نے ''فتح القدیر،، میں، اور امام طحاوی نے ''شرح معانی الآثار،، میں، اور صاحب ہدایہ نے ''ہدایہ،، میں اس مذہب پر جو دلائل پیش کیے ہیں ۔ ان کی تقریر پھر ہر ایک کا جواب وقت اور فرصت چاہتا ہے، ان کے جوابات کےلیے ''سعایہ،، اور کتب شوافع اور موالک کی طرف رجوع کیجیے، مختصر مباحث ''تحفۃ الاحوزی،، میں بھی ملیں گی ۔

عقلاً : یہ مذہب اس لیے مخدوش ہے کہ اگر اس کو معمول بہ بنا لیا جائے ، تو جس کنویں یا حوض میں نجاست گر جائے اختلاف ظنون و آراء کی وجہ سے اس کے پانی کی طہارت و نجاست کے معاملہ میں اختلاف شدید ہوگا ، اس طرح عام مسلمانوں کی طہارت پھر صلوٰۃ وغیرہ کے مسائل میں ان کا نظام درہم برہم ہو جائے گا کما لا یخفی علی من لہ ادنی تأمل ۔

اس مذہب پر اعتماد و عمل تیجہ بد کا حنفیہ کو بھی احساس ہے ، اسی لیے توان کو بھی تحدید (بالعشرۃ فی العشرۃ أو التحریک أو غیرھما) کرنی پڑی ،تا کہ نظام طہارت و نجاست میاہ آباد درست رہے ، لیکن یہ تحدید محض رائے پر مبنی ہے ، کتاب اللہ و سنت اس پر سند نہیں پش کی جا سکتی ، وقد أقر بہ بعض الحنفیۃ ، فقد قال '' إن علماء نا لما شاھدوا فی مذھب الإمام الذی قدمنا (إدارۃ الأمر علی رای المبتلی بہ) إختلاف أمر العوام ، لبون بعید فی آرائھم ، فمن منجس ماء البحر بالقائہ یدہ النجسۃ فیہ ، ومن مجوز طھارۃ ماء اکوز إذا وقعت فیہ قطرۃ من البول ، حد دوا فیہ حدودا ، ینتظم لھا أمرھم ، فمنھم من قدرہ بعشر فی عشر ، ومنھم من قدر الکثیر بقولہ : ھو الغدیر العظیم الذی لا یتحرک احد طرفیہ ،، (الکوکب الدری 42/1) .

حنفیہ نے اپنی توجیہ میں پہلا دعویٰ یہ کیا ہے کہ بئر بضاعہ عام معمولی کنوؤں کی طرح نہیں تھا ، جس سے محض اپنے پینے اور جانوروں کو پلانے اور دیگر ضروریات کے لیے پانی نکالا جاتا ہے ، بلکہ اس کے علاوہ باغ اور مزروعہ زمینوں کو سیراب کرنے کے لیے بھی تھا ، اور ہمہ وقت اس سے رہٹ وغیرہ کے ذریعہ پانی نکلتا رہتا تھا یا اندر گہرائی میں ایک مدخل ماء اور دوسرا مخرج ماء ، پانی ایک سے نکل کر دوسرے میں چلا جاتا تھا اور یہ سلسلہ برابر جاری رہا کرتا تھا ، بناء بریں بئر بضاعہ نہر جاری یا عین جاری کے حکم میں تھا ۔

لیکن جریان ماء بئر بضاعہ کی پہلی صورت واقعہ اور انسانی مشاہدہ کے خلاف ہے ، آب پاشی کے بہت کم ایسے کنویں ہوتے ہیں جن سے شب و روز ہمیشہ بلا ناغہ اور بلا توقف ہر موسم میں برابر پانی نکالا جاتا رہے کما لا یخفی علی اھل الزرع اور حجاز کے کنوؤں کے متعلق بالخصوص بئر بضاعہ کے بارے میں جس کے پانی کی قلت کی کیفیت امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں بیان کی ہے ، یہ دعویٰ تو بالکل ناقابل فہم ہے ، اسی طرح جریان کی دوسری صورت بھی محض ادعا احتمال آفرینی ہے ۔ نیز ابوداؤد کی بیان کردہ کیفیت کے بھی مخالف ہے ۔ فلا یعبأ بہ ۔

دوسرا دعویٰ : یہ کیا گیا ہے کہ انجاس مذکورہ کے گرتے ہی اس کے اوصاف بدل جاتے تھے اور وہ نجس ہو جاتا تھا ، اس دعویٰ کو بالکل قرین عقل و فہم بتایا گیا ہے کما تقدم فی قول الطحاوی اور اس کے سوا اس پر کوئی حجت نہیں پش کی گئی ، لیکن ہم جیسے نافہموں اور کم عقلوں کے نزدیک ، تو یہ اس وقت ہو سکتا ہے ، جب اس میں یہ تمام انجاس بیک وقت گریں اور جلدی نکالی نہ جائیں بلکہ دیر تک کنویں میں ان کو چھوڑ دیا جائے ، لیکن یہ خیال کہ وہ نجاستوں کو نکالتے نہیں رہے ہوں گے ان کے حالات سے ناواقفی کی دلیل ہوگی کما أشار الیہ الشیخ الأجل الشاہ ولی اللہ الدہلوی فی حجۃ اللہ البالغۃ .

ان انجاس کا ہوا یا بارش کی وجہ سے کنویں میں بیک وقت گرنا ضروری نہیں ہے ، متفرق طور پر '' نتن ،، اور کبھی '' لحوم کلاب ،، گرتے رہے ہوں گے ، راوی نے بیان اور ذکر میں سب کو جمع کر دیا ہے ۔

پس معمولی مقدار میں گرنے والی نجاست کی وجہ سے زیادہ پانی کیوں کر اتنی جلد متاثر ہو سکتا ہے جس کا دعویٰ کیا جا رہا ہے ، اور اگر بالفرض سب انجاس ایک ساتھ گرتے رہے ہوں گے ، تو تغیر اوصاف بغیر مکث اور استقرار نجاسات مذکورہ کے نہیں ہو سکتا اور صحابہ کے متعلق یہ بدگمانی کرنا کہ وہ یو نہی ان کو چھوڑ دیتے رہے ہوں گے ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی ہے وإساء-ۃ الادب فی شأنھم ھو شأن الحنفیۃ ، لا شأننا

تیسرا دعویٰ : یہ کیا گیا ہے کہ نجاستوں کے ساتھ سارے پانی کو نکال دیا جاتا تھا ۔ اس پر بھی کوئی دلیل نہیں قائم کی گئی ، بجز اس کے کہ نجس پانی کو کنویں میں چھوڑ دینا صحابہ سے بعید ہے ۔ لیکن ہمارے نزدیک وہ پانی نہیں ہوتا تھا لعدم تغیر أوصافہ بسبب کثرتہ کما تقدم اور صحابہ کو اس کی طہارت میں شبہ تھا اس لیے انہوں نے اس کے متعلق سوال کیا ۔

چوتھا دعویٰ : یہ کیا گیا ہے کہ جب پہلا پانی نجس ہو گیا تو اس کے متعلق صحابہ کا سوال کرنا نا ممکن ہے ۔ سوال ماء جدید طاری کے بارے میں کیا گیا تھا ۔

'' ولا یمکن السوال عن الماء النجس القلیل حین لم تخرج النجاسۃ عنہ ، إذ من الظاھر أن الماء القلیل الذی وقع فیہ شئ من النجاسات ، لا یسأل عنہ عامی فضلاً عن الصحابۃ ، وکذلک لا یشرب بہ مؤمن فکیف بھذا النبی الاظھر الاکرم ،، الخ (الکوکب الدری 1/41) کذا قال الطحاوی فی شرح معانی الآثار 1/12-13 ،

اس دعویٰ کی بنا محض اس امر پر ہے کہ انجاس مذکورہ کے گرنے سے پانی کے اوصاف فوراً متغیر ہوجاتے تھے اوروہ فوراً ناپاک ہوجاتا تھا وقد قدمنا أنه لا دليل على ذلك ففيه بناء على الفاسد

نیزماء جدید طاری کے متعلق شبہ کرنا اوراس کے متعلق آں حضرت ﷺ سے سوال کرنا (اگراس کو صحیح مان لیا جائے جیساکہ حنفیہ کہتے ہیں) صحابہ کی طرف سوء فہم اور بلادت وغباوت کی نسبت کرنی ہے ولايجترىٔ على ذلك إلا الحنفية.

پانچواں دعویٰ: یہ کیا گیا ہے کہ الف اورلام عہد خارجی کےلیے ہونا اصل ہے کما صرح بہ التفازانی فی التوبح والشریف الجرجانی فی بعض تصانیفہ اس لیے جواب میں بئر بضاعہ کے ماء جدید کا حکم بیان کیا گیا ہے نہ کہ مطلق پانی کا، لیکن یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، پس ہرایک فریق کاقول واصل دوسرے پر حجت نہیں ہوسکتا، اوراگر عہدخارجی کےلیے ہونا اصل ہو تو بھی حدیث ہمارے خلاف نہیں ہوگی، کیوں کہ ہمارے نزدیک سوال اس پانی کے بارے میں تھا جس میں انجاس گری تھیں۔ اور قبل تغیر وصف کے نکال دی گئی تھیں اوراسی پانی کے بارے میں شبہ بھی کرنا چاہیے تھا کمالا یخفی علی من لہ ادنی مسکۃ من العقل۔ لہذا آپ نے جواب میں اسی پانی کا حکم بھی بیان فرمایا کہ جب نجاست فوراً نکال لی گئیں اورفوری اخراج کی وجہ سے پانی کے اوصاف میں تغیر نہیں پیدا ہوا یعنی وہ پانی کثیر مقدار (دوقلّہ سے بہت زائد) میں ہونے کی وجہ سے نجاست سے متاثر نہیں ہوا بلکہ اپنی فطری اور طبعی حالت پرباقی اورقائم رہا تو اس کے ظاہر رہنے میں شبہ نہیں کرنا چاہیے وہ بدستور پاک ہے۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری

جلد نمبر 1

صفحہ نمبر 169

محدث فتویٰ